نحو وصرف کی صحیح اور جامع تدریس کے اصول

مولانا محمد بشیر

صرف ونحو کا فن عربی زبان کا ایک اہم جز اور بنیادی حصہ ہے اور اس کی تفہیم وتعلیم میں بہت مفید اور معاون ہے۔ اس کی اسی افادیت کی وجہ سے اس کی تدریس علوم شرعیہ اور علوم عربیہ کی تدریس کے ساتھ ہی شروع کر دی جاتی ہے تا کہ زیر تعلیم کمسن بچے شروع ہی سے اس کے مسائل سے واقف ہو کر اسلامی وعربی علوم کی اچھی اور پختہ تعلیم حاصل کر سکیں، لیکن ہمارے علاقے اور ملک کے اکثر اداروں میں اس فن کی تعلیم وتدریس میں عرصے سے ایسی کئی سنگین غلطیاں ہو رہی ہیں جن کی وجہ سے اس مفید فن کی تدریس مفید کم اور مضر زیادہ بن گئی ہے اور اب صورتحال یہ ہے کہ ہمارے اسلامی مدارس کے طلبہ، معلمین اور عامۃ المسلمین میں عربی صرف ونحو کا یہ مضمون سب سے زیادہ مشکل، خشک اور خوفناک شمار ہوتا ہے۔

تعلیم وتربیت کی عظیم قدرتی درسگاہ کا طریقہ تعلیم عملی ہے:......اس صورتحال کا جائزہ لینے کے لیے سب سے پہلے ہم خالق کائنات سبحانہ وتعالیٰ کی اس عظیم اور وسیع درسگاہ پر ایک نظر ڈالتے ہیں جو ساری کائنات میں پھیلی ہوئی ہے اور جس میں تمام انسانوں بلکہ دیگر مخلوقات کو ان سب کی اپنی اپنی زبانیں سکھانے کا قدرتی نظام ہر وقت جاری وساری رہتا ہے۔ آیئے دیکھیے، یہاں ہر زبان اور اس کی گرامر کی تعلیم دینے کا اسلوب سو فیصد عملی ہے۔ اس میں ہر بچہ اپنی ولادت کے دن سے ہی اپنی مادری زبان کو اپنے ماحول یعنی اپنے والدین اور دوسرے عزیز واقارب کے ساتھ میل جول کے ذریعہ سیکھتا ہے، وہ ان کی گفتگو کو سنتا اور سیکھتا رہتا ہے اور وہ بھی اسے زبان کے الفاظ، جملے اور محاورے سکھاتے رہتے ہیں۔ وہ رفتہ رفتہ ان محاوروں کے صحیح استعمال کا عادی ہو جاتا ہے۔ یہ بچوں کو زبان، عقیدہ اور اخلاق وعادات اور معمولات زندگی سکھانے کی قدرتی درسگاہ ہوتی ہے اور اس میں تعلیم وتربیت کا طریقہ فطری اور عملی ہوتا ہے۔ اس عظیم اور دائمی قدرتی نظام تعلیم سے ہم بہت کچھ سیکھ کر اس سے استفادہ کر سکتے ہیں۔

صرف ونحو کی صحیح تعلیم کے اصول:...... میرے سامنے اس وقت برصغیر پاک وہند کے علاوہ کئی عرب ملکوں جن میں مصر، سعودی عرب، عراق، اردن، یمن اور متحدہ عرب امارات، قطر وغیرہ شامل ہیں، کے نصاب تعلیم موجود ہیں۔ ان تمام ممالک کے ماہرین تعلیم نے عربی زبان اور نحو وصرف کی صحیح اور مؤثر تعلیم کے لیے جن اہم اصولوں کو واضح کیا ہے، میں یہاں ان کا خلاصہ پیش کرتا ہوں:

پہلا اصول:...... نحو وصرف کے قواعد کی تعلیم مقصود بالذات نہیں: صرف ونحو کی معلومات، گردانیں اور قواعد کوئی ایسا مستقل اور الگ فن نہیں ہیں کہ انہیں عربی زبان سے علیحدہ کر کے پڑھایا جائے، کیونکہ صرف ان کی تعلیم مقصود بالذات نہیں ہوتی، بلکہ ان کی تعلیم وتدریس کی اساس یہ ہوتی ہے کہ یہ قرآن کریم، حدیث شریف اور دیگر علوم شرعیہ کے صحیح فہم و تفسیر میں مفید ہیں اور بچوں کو عربی زبان کی عبارت کو صحیح پڑھنے، صحیح لکھنے اور صحیح بولنے میں معاون ہیں، اس لیے اس کی تدریس کے دوران اس کے اصل مقصد یعنی عربی زبان میں صلاحیت ومہارت پیدا کرنے پر توجہ دی جائے۔ اس اصول پر تمام عرب ملکوں کے ماہرین تعلیم متفق ہیں اور ان سب ملکوں میں اسی کے مطابق صرف ونحو کی تعلیم دی جاتی ہے کہ گرامر کے قواعد کو عملی مشق اور تربیت کے مسلسل عمل سے ذہن نشین کرایا جاتا ہے۔ اس حقیقت کو واضح کرنے کے لئے بطور مثال میں یہاں سعودی عرب کی وزارت تعلیم کی الوکالة العامة للتطوير التربوی (ڈائریکٹر جنرل برائے تعلیمی ترقی) کی شائع کردہ تعلیمی کتاب (کتاب النحو و الصرف) برائے سال ۱۴۱۵ھ موافق ۱۹۹۴ء کے مقدمہ سے تین اقتباسات پیش کرتا ہوں:

(۱) راعينا فی كتاب النحو والصرف للصف الثانی الثانوي، وضوح الفكرة، وسهولة العبارة، ودقة العرض، وإيجاز القاعدة، وكثرة التمرينات. وقد استقينا معظم أمثلته من القرآن الكريم كتاب الإسلام الخالد، حتى يمرن لسان الطلبة والطالبات على تلاوة آياته الكريمة، ليتبين لهم الغرض من دراسة قواعد العربية، وهو الاستعانة بها على فهم آيات القرآن الكريم، وترتيلها ترتيلا، لا لحن فيه ولا تحريف. كما جاء ت بعض أمثلته من عيون الشعر العربي فی عصوره المختلفة، وكذلك كان لأمثال العرب وحكمها، وبديع قصصها نصيب فی تمرينات الكتاب، حتى يمتزج درس القواعد بدرس الأدب، ويربط الطلبة بين درس القواعد، وفنون العربية الأخرى، وبذلك يبرأ درس النحو من الجمود الذی ران عليه فترة طويلة بتلك الأمثلة المصنوعة، التي يبتعد الكثير منها عن روح اللغة، وما فيها من عبقرية وجمال. (كتاب النحو والصرف ـ المرحلة الثانوية، الصف الثاني ص: ٦)

ہم نے ثانوی سکول کی سال دوم کی اس کتاب النحو والصرف میں فکر ونظر کی صفائی، عبارت کی

آسانی، طرزِ بیان کی گہرائی، قاعدے کے اختصار اور تمرینات کی کثرت کا اہتمام کیا ہے اور زیادہ مثالوں کو اسلام کی ابدی کتاب قرآن کریم سے لیا ہے، تاکہ ہمارے بچوں کی زبانیں آیات کریمہ کی تلاوت سے تر رہیں اور قواعد کی تعلیم کے اصل مقصد کو سمجھ لیں کہ یہ ان آیات کریمہ کا صحیح فہم اور اغلاط سے پاک تلاوت و ترتیل ہے۔ پھر کچھ مثالیں ہم نے مختلف ادوار کے عمدہ اشعار سے لی ہیں، نیز عربی امثال و حکم اور کچھ عمدہ کہانیوں کو بھی شامل کیا ہے۔ ہمارا مقصد یہ ہے کہ نحو کے اسباق کو ادب اور اس کے دیگر فنون کے ساتھ مربوط کر دیا جائے، اس طرح نحو و صرف کی تدریس اس جمود سے پاک ہو جائے جو عربی زبان کی روح اور حسن و جمال سے عاری مصنوعی مثالوں کی صورت میں عرصہ دراز تک اس پر چھایا رہا۔

(٢) ونود أن نلفت نظر الأساتذة الكرام، إلى أن دراسة القواعد وسيلة لا غاية تقصد لذاتها، بل تعين الطلبة على التعبير الصحيح، وضبط الأساليب، وتفهم لغة القرآن الكريم، والوقوف على أسرار بلاغته، فليس القصد أن يحفظ الطلبة القواعد النحوية عن ظهر قلب، ولا أن يرددوها بلا وعي، بل إن العبرة في الدرس النحوي بكثرة القراء ة في النصوص الأدبية، ومناقشة القواعد التي تخضع لها في ضبطها بالشكل، ولذلك أكثرنا من إيراد التمرينات عقب الأبواب المختلفة، لكي تثبت القاعدة، وترسخ في ذهن الطلبة، وبذلك تتكوّن لديهم السليقة اللغوية، ويصبحون قادرين على النطق الصحيح بلا لحن أو خطأ. (أيضا صفحه: ٧)

''ہم محترم اساتذہ سے گذارش کرتے ہیں کہ صرف و نحو کے قواعد کی تعلیم بذات خود مقصود نہیں ہوتی، بلکہ یہ طلبہ کو صحیح بول چال، عبارتوں کو درست پڑھنے اور لغت قرآن کریم کے صحیح فہم اور اس کی بلاغت کے اسرار و اسباب سے آگاہی کا مفید اور معاون ذریعہ ہے۔ لہٰذا یہ مقصود نہیں کہ بچے انہیں زبانی یاد کریں اور انہیں بلا سمجھ رٹتے رہیں، بلکہ صرف و نحو کے قواعد کی صحیح تعلیم و تدریس کا معیار یہ ہے کہ چیدہ چیدہ ادب پاروں کو زیادہ پڑھایا جائے اور ایسے قواعد پر زیادہ بحث کی جائے جو ان کی صحیح تشکیل کی بنیاد بنتے ہیں۔ اس وجہ سے ہم نے مختلف ابواب کے بعد زیادہ مشقیں لکھی ہیں تاکہ ہر قاعدہ کا استخراج ہو اور وہ عملاً بچوں کے ذہنوں میں راسخ ہو کر انہیں عربی محاوروں اور عبارتوں کا اچھا ذوق اور سلیقہ فراہم کرے اور وہ غلطی سے پاک نطق و تعبیر کے عادی ہوں۔''

یہ نصاب کمیٹی ایک دفعہ پھر معلمات کو خصوصیت سے یہ ہدایت جاری کرتی ہے:

(٣) ملحوظة: إلى الأخوات المعلمات:

إن تدريس القواعد (النحو والصرف) بعيداً عن إدراك مدلولاتها وصلتها بصحة المعنى،

والفهم، وتذوق العبارة يُفْقِدُها روحها الحقيقية، ويحيلها إلى قوالب جامدة، ولذا فإن المعلمة بجدها وإخلاصها، وحبها للغة القرآن الكريم تستطيع أن تربط بين القواعد والمعنى، وبين القواعد وصحة الفهم وتذوق النص، ولاسيما من خلال التدريبات، وبقليل من الجهد المخلص مع الطالبات تتحول هذه الدروس إلى ثمرات شهية، وتتفتح في أذهان الطالبات زهور المعاني، وعبق الجمال الذي تميزت به هذه اللغة إن شاء الله.(أيضا صفحه ۷)

نوٹ برائے معلمات:......نحو وصرف کے قواعد کو زباندانی سے علیحدہ کر کے پڑھایا جائے تو وہ اپنی حقیقی روح سے محروم ہو کر صرف بے مقصد اور جامد سانچے بن جاتے ہیں۔اس لیے ہم معلمات سے توقع رکھتے ہیں کہ وہ ان کے صحیح مقاصد کو مدنظر رکھیں اور عبارت کے صحیح فہم اور عمدہ ذوق کی تربیت میں ان کے فوائد کی تطبیق کرائیں اور لغت قرآن سے محبت اور محنت واخلاص سے گرامر کے ذریعہ عربی زبان کے عمدہ سلیقہ اور ذوق کی آبیاری پر توجہ دیں خصوصاً تمرینات کے ذریعے، کیونکہ تھوڑی سی محنت سے یہ اسباق طالبات کے ذہنوں میں عمدہ پھلوں اور پھولوں کی بہار بن کر ثمرات اور خوشبو کی بارش برسا سکتے ہیں خصوصاً اس حسن وجمال کی فضا میں جو لغت قرآن کا امتیاز ہے،ان شاءاللہ تعالیٰ۔

صرف ونحو کو عربی زبان سے علیحدہ کر کے پڑھانا غیر فطری امر ہے:......اس اصول کو مولانا ابوالحسن علی ندوی رحمہ اللہ نے بھی واضح کیا ہے،وہ لکھتے ہیں:

''دوسری حقیقت یہ ہے کہ زبان کے قواعد کو زبان سے علیحدہ کر کے مجرد علمی طریقہ پر پڑھانا غیر فطری امر ہے۔قواعد بغیر مشقوں اور جملوں اور عبارتوں کے نہ ذہن نشین ہو سکتے ہیں نہ جاگزیں،دنیا کی تمام زبانوں کے قواعد (صرف ونحو) مشق اور مثالوں سے پڑھائے جاتے ہیں اوران کو عملی طور پر ذہن نشیں کیا جاتا ہے۔ ہمارے یہاں عرصہ دراز سے صرف ونحو کو زبان سے الگ کر کے پڑھایا جاتا ہے،جس کا نتیجہ یہ ہے کہ شرح جامی اور شروح الفیہ تک پہنچ جانے والے اور ادھر شافیہ اوراس کے شروح تک عبور کرنے والے جو طلباء نحو وصرف کے دقائق اور باریکیاں جانتے ہیں نہ صحیح لکھ سکتے ہیں نہ بول سکتے،اور بعض اوقات عبارت تک غلط پڑھتے ہیں،یہ سب اس کا نتیجہ ہے کہ انھوں نے تیراکی کا فن پانی سے باہر سیکھا ہے جب ان کو دریا میں گھسنے کا موقع ملتا ہے تو اصول شناوری جو انھوں نے نظری طور سے سیکھے تھے کچھ کام نہیں آتے۔''(پیش لفظ تمرین الصرف صفحہ۴۔۵)

تعلیم وتربیت کے اسی اہم اصول کو مولانا ابوالحسن علی ندوی رحمہ اللہ ایک دوسرے مقام پر واضح کرتے ہیں اور اسے نظر انداز کرنے کے مضر اثرات ونتائج کی تشریح یوں کرتے ہیں:

''دوسری حیثیت یہ ہے جو اگرچہ ثانوی ہے مگر نظر انداز کرنے کے قابل نہیں کہ یہ عربی زبان عہد رسالت اور ابتدائے اسلام میں بھی ایک زندہ زبان تھی۔ اسلامی تاریخ کے ہر دور میں ایک زندہ زبان رہی ہے اور اس زمانے میں بھی یہ ایک زندہ اور ترقی یافتہ زبان ہے جو تمام لسانی ضرورتوں کو پورا کرنے اور اظہار خیال کا ذریعہ بننے کی پوری صلاحیت رکھتی ہے اور جو قرآن کی بدولت اپنی اصلی شکلوں میں محفوظ ہے۔ اس حیثیت کا فطری تقاضا ہے کہ ہمارا اس سے تعلق بھی ایک زندہ اور عملی تعلق ہو، ہم اس کو ایک وسیع انسانی زبان کی طرح جانتے ہوں، اس میں بے تکلف اظہار خیال کر سکتے ہوں، اس کو تقریر وتحریر میں استعمال کر سکتے ہوں۔ وہ ہماری تصنیفات، خط وکتابت اور مجالس کی زبان بن سکتی ہو۔ یہ ایک بڑی تعجب خیز اور نا قابل فہم بات ہے کہ کوئی فرد یا جماعت اپنی زندگی کا ایک معتد بہ حصہ اور اپنی ذہنی صلاحیتیں ان علوم وتصنیفات کے درس ومطالعہ میں صرف کرے جو عربی زبان میں لکھی گئی ہیں، لیکن اس زبان میں اظہار خیال سے بالکل معذور وقاصر ہو۔ زبانوں کے سلسلے کا یہ بالکل انوکھا تجربہ ہے جو صرف ہندوستان کے عربی مدارس اور علمی مجالس کی خصوصیت ہے۔

اس معذوری کی بڑی وجہ یہ ہے کہ عربی زبان کو جس کی بدولت ہم اسلام سے علمی تعلق پیدا کرتے ہیں، کبھی زبان کی حیثیت سے پڑھنے پڑھانے کی کوشش نہیں کی گئی۔ اس کو بھی ایک نظری علم اور ایک کتابی فن کی حیثیت سے دیکھا گیا اور صرف کتابوں کے سمجھنے کا ذریعہ سمجھا گیا، اس ذہنیت اور نقطہ نظر کا نتیجہ یہ ہے کہ کبھی اس کی عملی مشق اور تحریر وانشاء کی طرف توجہ نہیں دی گئی اور اس کا انجام یہ ہے کہ ہمارے بہت سے فضلاء مدارس اپنی دوسری صلاحیتوں کے ساتھ عربی زبان میں چند سطریں لکھ لینے یا چند منٹ گفتگو کر لینے پر قادر نہیں، خصوصاً جبکہ یہ تحریر یا گفتگو عام زندگی یا روزمرہ کی ضرورت سے متعلق ہو اور خالص دینی یا علمی بحث میں محدود نہ ہو، یہ کمی اہل نظر کو پہلے بھی محسوس ہوتی تھی لیکن اب جب کہ عربی ممالک کے فضلا سے اختلاط اور اجتماع کے زیادہ مواقع پیدا ہو گئے ہیں اور دینی خدمت کا میدان زیادہ وسیع ہو گیا ہے یہ کمی زیادہ شدت سے محسوس کی جانے لگی ہے۔''

(مقدمہ معلم الانشا حصہ اول صفحہ ۸۔۹)

دوسرا اصول: صرف ونحو کی تدریس کے دوران عملی تربیت کا جامع اہتمام کیا جائے:...... بچوں کو ان کے مختلف تعلیمی مراحل کے دوران صرف ونحو کی معلومات، گردانوں اور قواعد کے عملی استعمالات کی ایسی مؤثر مشق اور تربیت کا اہتمام کیا جائے کہ یہ قواعد عربی عبارتوں کے فہم کے ساتھ ان کی صحیح قراءت، صحیح تحریر اور صحیح بول چال سکھانے کا ذریعہ بنیں اور بچے ان کی تعلیم وتدریس کے دوران عربی کلمات اور محاوروں کا معقول ذخیرہ سیکھیں۔ اس طرح ان کی زبان وقلم پر صحیح عربی جملے، محاورے اور عبارتیں رواں دواں ہوں اور وہ آسانی اور روانی سے عربی زبان لکھ بول سکیں اور یہ نظر آئے کہ بچے عربی زبان کی اچھی اور معیاری تعلیم وتربیت حاصل کر رہے ہیں۔ نصاب تعلیم کے ان مقاصد کو مزید واضح کرتے ہوئے کہا جا سکتا ہے کہ

صرف ونحو کی تعلیمی کتاب میں عربی زبان کی مثالوں اور مشقوں کی تحریر اور ترتیب میں تین امور کو مدنظر رکھا جائے۔

(۱) **مثالوں اور مشقوں کی زبان مستند اور معیاری ہو:**...... جس کی بہترین صورت یہ ہے (۱) کہ ان میں افصح الکتب قرآن کریم کی آیات کریمہ (۲) احادیث نبویہ (۳) مشہور عرب شعراء کے آسان اور عمدہ اشعار اور حکماء وعلماء کے اقوال، حکم، قصص سے اقتباسات وغیرہ کو شامل کیا جائے:

(۲) **تربیتی مثالیں اور مشقیں بچے کے اپنے ماحول سے ماخوذ اور متعلق ہوں:**...... لہٰذا یہ ضروری ہے کہ ان تربیتی مشقوں میں زیر تعلیم بچوں کے اپنے دینی اور معاشرتی ماحول (عقیدہ، گھر، درسگاہ، معاشرے، رشتہ داروں وغیرہ) سے متعلق صحیح اور معیاری جملوں، محاوروں، مثالوں اور عبارتوں کو شامل کیا جائے، تاکہ بچے اس مستند اور معیاری عربی ذخیرہ لغت سے واقف ہو کر اسے اپنے ماحول میں پڑھنے، لکھنے اور بولنے کی مشق کرتے ہوئے عربی کو ایک زندہ اور مستعمل زبان کی طرح سیکھیں۔

(۳) **معیاری مثالوں اور مشقوں کی تعداد زیادہ ہو اور قواعد کم ہوں:**...... پھر اسباق اور مشقوں میں تنوع ضروری ہے کہ کہیں (۱) اردو سے عربی ترجمہ، (۲) عربی سے اردو ترجمہ، (۳) خالی جگہ پر کرنا، (۴) کہیں تصحیح اغلاط (۵) کہیں متفرق اجزاء یا کلمات کو ملاتے ہوئے مرکبات اور جملے بنانا (۶) مرکبات اور جملوں پر اعراب (۷) متضاد کلمات کی تحریر، (۸) قرآن کریم اور حدیث شریف کی عبارتوں اور محاوروں کا تعارف (۹) نحو وصرف کے قواعد کی تطبیقات (۱۰) متنوع معروضی سوالات (۱۱) سیرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے واقعات (۱۲) صحابہ کرام، امت کے قائدین اور علماء کی نصیحت آموز کہانیاں (۱۳) چیدہ اور عمدہ عربی اشعار (۱۴) سبق آموز واقعات (۱۵) تعلیمی لطائف وغیرہ۔

تیسرا اصول: کمسن بچوں کو پورے فن کی تدریس نہ کی جائے بلکہ تدریج کا خیال رکھا جائے:...... بچوں کو صرف ونحو کی تعلیم وتدریس میں تدریج اور آسانی کو ملحوظ رکھا جائے اور پہلے ہی سال یا سالوں میں پورے فن یا فن کے زیادہ مسائل ومباحث کو پڑھانے کی کوشش نہ کی جائے۔ بلکہ پہلے اور دوسرے تعلیمی سال میں اس فن کے صرف کچھ یعنی تھوڑی سی بنیادی، آسان اور ضروری معلومات کی تعلیم پر اکتفا کیا جائے اور ان کی تعلیم کی زبان اور طرز بیان اتنے سادہ اور آسان ہوں کہ کم سن بچے انہیں آسانی سے پڑھیں اور سمجھ لیں۔ اسی طرح تدریس کے دوران فن کی عملی مشق اور تربیت کا مواد، مثالیں اور جملے بھی سادہ اور عام فہم ہونے چاہیے اور یہ بھی ضروری ہے کہ عملی مشق کے مواد اور جملوں کا زیر تعلیم بچوں کے اپنے ماحول، گھر، درسگاہ، عقیدے اور مشاغل سے گہرا تعلق ہو۔

پھر دوسرے اور تیسرے سال باقی مسائل اور مباحث کی ایسی مفصل تدریس کرائی جائے جس کے دوران مستند اور معیاری مثالوں اور مشقوں کے ذریعے عربی زبان وادب کے استعمال کی مؤثر تعلیم وتربیت کا اسلوب جاری رکھا جائے۔

عرب ممالک کے نصاب تعلیم میں پرائمری سکول کے آخری دو سالوں یعنی جماعت پنجم اور جماعت ششم اور مڈل اسکول کے تینوں سالوں تک اس مضمون کی تعلیم وتدریس اس طرح ہوتی ہے کہ عربی زبان کے صرف ابتدائی قواعد اور عام معلومات پڑھائی جاتی ہیں جن میں خط اور املا بھی شامل ہوتا ہے، اور اس مضمون کی کتاب کا نام عموماً قواعد اللغة العربية يا مبادى قواعد اللغة العربية (Basic Arabic Grammar) ہوتا ہے (یعنی کمسن بچوں کو اس فن کے نام کا تعارف کرانا ضروری نہیں سمجھا جاتا)۔ الغرض مڈل کی سطح تک اس کے صرف چند اور محدود بنیادی مسائل کی تعلیم دی جاتی ہے۔ بعدازاں ثانوی تعلیم کے مرحلے پر اس کی درسی کتاب کا نام مادة النحو و الصرف یا کتاب النحو و الصرف ہوتا ہے اور فن کی مفصل تدریس ہوتی ہے اور وہ بھی اس نہج پر جس کا ذکر پہلے ہو چکا ہے۔

چوتھا اصول: ہر خود مختار ملک کا اپنا مستقل نظام تعلیم اور نصاب ہونا چاہیے:...... نحو وصرف کے معیاری ومفید نصاب اور طریقہ تدریس کا ایک اہم اور بنیادی تقاضا یہ بھی ہے کہ وہ عربی کو ایک زندہ، عملی اور ترقی یافتہ زبان کی طرح پڑھانے کا اہتمام کرے اور تربیت دے۔ اس تقاضے کی تکمیل کے لیے یہ ضروری ہو جاتا ہے کہ ہر خود مختار ملک ومعاشرے کا اپنا الگ اور مستقل نظام تعلیم ہو جس میں قرآن کریم اور حدیث شریف سے استفادے کے علاوہ امت کے اسلاف کے علمی وتہذیبی ورثے سے استفادے کے ساتھ ساتھ ملک کے بنیادی نظریے اور تقاضوں کی ترجمانی ہو اور زیر تعلیم بچے اپنے ملک اور ماحول کی تاریخ، حالات اور واقعات پر مہارت کے ساتھ لکھ بول سکتے ہوں اور بوقت ضرورت اس کے استحکام اور دفاع اور اپنے شہریوں کی خدمت کا فریضہ انجام دے سکتے ہوں۔ اس سے ثابت ہوا کہ کسی خود مختار ملک اور معاشرے اور اس کے نظام تعلیم کے درمیان زماں ومکاں کے زیادہ فاصلہ ومسافت حائل نہیں ہونی چاہئے، خصوصاً آج کے سرعت اور تیزی سے ترقی کرنے والے ممالک اور معاشروں میں قدیم یا غیر ملکی نصاب پر اصرار کا کوئی جواز نہیں رہتا۔

پانچواں اصول: درسی کتابوں میں مثالوں اور عبارتوں کی مکمل تشکیل نہ کی جائے:...... جب صرف ونحو کی تدریس کا اصل مقصد طلبہ کو اس فن کے قواعد اور معلومات کی عملی تربیت دینا اور مشق کرانا ہے تو پھر یہ ضروری ہے کہ اس تربیت اور مشق کا آغاز ان قواعد کی اپنی درسی کتاب سے کیا جائے اور زیر تعلیم بچوں کو اس کی مثالوں اور عبارتوں کی صحت نطق اور صحت اعراب کے ساتھ پڑھنے کا اچھا موقع دیا جائے۔ اس لیے عربی زبان اور صرف ونحو کی درسی کتابوں کی عبارتوں کی مکمل تشکیل نہیں ہونی چاہیے۔ یعنی اس پر زبر زیر پیش نہیں لگاتے جائیں۔ بلکہ ابتدائی درجوں کے بعد کے تعلیمی مرحلوں کی درسی کتابوں کی تشکیل تدریجاً کم کر دینی چاہیے تاکہ بچے خود اپنی محنت اور مشق سے انہیں صحت کے ساتھ پڑھنے، لکھنے اور بولنے کی صلاحیت حاصل کریں اور ان میں خود اعتمادی پیدا ہو، اور وہ اپنی ذاتی جدوجہد اور مہارت کی بنیاد پر ترقی کریں۔

☆......☆......☆